کشمیر اور بھارتی دوغلی پالیسی

ڈاکٹر غلام نبی فائی ○

سنجے پانڈا ترکی میں بھارتی سفیر ہیں۔ انھوں نے کشمیر کے بارے مخصوص بھارتی لہجے میں تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے: ''مسئلہ کشمیر کا سارا کھیل تبدیل ہو چکا ہے۔ اب یہ ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ بدلے ہوئے حالات ہی حقیقت ہیں۔ یہ ان لوگوں کے لیے ضروری ہے جو اس تنازعہ کا ہمیشہ کے لیے حل چاہتے ہیں''۔

بھارتی سفیر سے سوال کیا گیا کہ ''استصواب رائے کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟'' انھوں نے جواب دیا: ''ہمیں کشمیر پر اقوام متحدہ کی قراردادوں سے کبھی کوئی مسئلہ نہیں رہا۔ ان کا پہلا حصّہ بلاشبہہ استصواب رائے کے بارے میں ہے۔ اور یہ استصواب صرف اسی وقت ہوسکتا ہے جب پاکستان ان تمام علاقوں سے افواج واپس بلالے، جن پر اس نے قوت کے بل پر قبضہ کر رکھا ہے۔ سارے جموں وکشمیر کو ۱۹۴۷ء سے پہلے کی صورتِ حال میں واپس جانا ہوگا۔ تب ہی استصواب رائے ہوسکے گا''۔

بھارت اور پاکستان کے لیے اقوام متحدہ کے کمیشن کے چیئرمین پروفیسر جوزف کوربل نے اپنے آرٹیکل میں اس سوال کا جواب دیا تھا (ان کا آرٹیکل The UN. Kashmir and Nehru دیکھا جاسکتا ہے)۔ یہ آرٹیکل ۴ مارچ ۱۹۵۷ء کے *The New Leader* میں شائع ہوا تھا۔ وہ لکھتے ہیں: ''بھارتی وفد کے مطابق استصواب رائے کے بارے میں قرارداد پر عمل درآمد پاکستان نے روک دیا تھا۔ ایسا اس نے کشمیر کے دوسرے حصّہ (آزاد کشمیر) سے اپنی فوج نکالنے سے انکار

○ سیکرٹری جنرل' ورلڈ کشمیر اویرنیس فورم، واشنگٹن۔ ترجمہ: مرزا محمد الیاس

کی صورت میں کیا تھا‘‘۔ یہ دعویٰ سچ نہیں ہے۔ پاکستان فوجیں نکالنے کا اس وقت تک ہرگز پابند نہیں ہے، جب تک بھارت اپنے زیرقبضہ کشمیر سے فوجیں نہ نکال لے۔

بھارتی سفیر سنجے پانڈا نے مزید کہا:’’اقوام متحدہ کی قراردادوں پر واقعات کی گرد پڑ چکی ہے۔انھوں نے یاددلایا کہ بھارت اور پاکستان کے درمیان ۱۹۷۲ء میں ہونے والے شملہ معاہدے میں یہ اصول طے پا گیا تھا کہ دونوں ممالک اپنے باہمی امور دوطرفہ طریقے سے حل کریں گے، جن میں کوئی تیسرا فریق شامل نہیں ہوگا‘‘۔

اس نکتے پر غیر جذباتی انداز میں غور کرنا ضروری ہے۔ پانڈا خود کہہ چکے ہیں کہ کشمیر پر قراردادیں منظور ہوئے ۷۳ برس گزر چکے ہیں۔ وہ ترکی کو قائل کرنے کی کوشش میں ہیں کہ اب ان قراردادوں کو بھول جانا ہوگا۔ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ محض وقت گزرنے سے تنازعے کی نوعیت تبدیل نہیں ہوتی۔ اسی لیے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی قراردادیں آج بھی اسی طرح سے موجود ہیں اور عمل درآمد کی منتظر ہیں۔ دوسرے، یہ قراردادیں نہ کبھی متروک ہوسکتی ہیں اور نہ متروک قرار دی جاسکتی ہیں۔ حادثات کی پڑی گرد بھی نہ ان کی حیثیت تبدیل کرسکی ہے اور نہ کرسکے گی۔ وقت گزرنے سے کسی بھی اصول کو غیر مؤثر سمجھا نہیں جاسکتا۔ یہ جموں و کشمیر کے عوام کا انمٹ اور ناگزیر حق ہے کہ وہ استصواب رائے سے اپنے مستقبل کا فیصلہ کریں۔ مزید یہ کہ بین الاقوامی معاہدوں کو وقت ختم کرسکتا ہوتا تو اقوام متحدہ کے چارٹر کی بھی کوئی حیثیت باقی نہیں رہے گی۔ اگر عدم عمل درآمد سے کسی معاہدے کو غیر مؤثر یا متروک سمجھ لیا جائے تو بہت سے ممالک میں جنیوا کنونشن بھی اپنی حیثیت کھو بیٹھے گا۔

شملہ معاہدہ کے بعد پاکستان اور بھارت تنازعات باہمی پلیٹ فارم پر حل کرنے کے مفروضے کو اگر چند لمحوں کے لیے درست مان بھی لیں تو پھر ہم اقوام متحدہ میں بھارتی مندوب ٹی ایس ٹائرومورچو کے ۲ /اگست ۲۰۲۱ء کے خطاب پر کیا کہیں گے جس میں انھوں نے کہا تھا کہ ’کشمیر بھارت کا اٹوٹ اَنگ ہے اور یہ ناقابلِ تنسیخ حیثیت ہے‘۔ اگر رٹی رٹائی ہٹ دھرمی کا یہ عالم ہے تو پھر شملہ معاہدہ کے تحت بھارت پاکستان سے کس معاملے پر بات کرنا چاہتا ہے؟

دوسرے، شملہ معاہدہ میں ہی یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ:’’مسئلہ کشمیر کا حل دو پارٹیوں (بھارت

اور پاکستان) کے مقاصد میں سے ہے۔ اس صورت میں ٹی ایس ٹا ئرو کا یہ موقف تو اپنی جگہ شملہ معاہدے کے خلاف ہے، اقوام متحدہ کی باری تو بعد میں آئے گی۔

سنجے پانڈا جانتے ہیں کہ شملہ معاہدہ قرار دیتا ہے کہ: کسی بھی مسئلہ کا حتمی حل نکلنے تک پاکستان یا بھارت اس کی حیثیت یک طرفہ طور پر تبدیل نہیں کر سکتے۔ اس لیے آرٹیکل ۳۷۰، اور ۳۵-اے، ڈومی سائل قانون، سب کی منسوخی نہ صرف شملہ معاہدہ کی خلاف ورزیاں ہیں، بلکہ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی قرارداد ۱۲۲ کی بھی خلاف ورزی ہے، جس میں قرار دیا گیا ہے کہ ۱۹۵۱ء کی قرارداد کے مطابق نیشنل کانفرنس کی طرف سے سفارش کردہ قانون ساز اسمبلی کا اجلاس بلایا جائے، تاکہ پوری ریاست یا اس کے کئی حصوں کے مستقبل کا فیصلہ ہو۔ اس کے علاوہ کوئی ایسے اقدامات نہیں کیے جاسکتے کہ جن سے ریاستی عوام کی رائے پوری طرح عمل میں نہ آتی ہو۔

اگر بھارت جرأت سے کام لے، وہ ایسے آزادانہ، شفاف اور منصفانہ انتخابات کرائے، جو کشمیری عوام کی صحیح اُمنگوں کے ترجمان ہوں، جیسا کہ سفیر پانڈا کہہ رہے ہیں، تب یہ امکان نظر آسکتا ہے کہ ۷۳ سال سے حل کے منتظر کشمیر کا کوئی فیصلہ ہو سکے۔

لیکن بھارت نے کشمیر میں اپنے نوآبادیاتی طرز کے غیر جمہوری رویوں ہی کو 'جمہوری' قرار دے کر پیش کیا ہے۔ ۱۹۶۴ء میں برطانوی مؤرخ برٹرینڈ رسل نے کہا تھا: ''بھارت کا سارا بلند ترین آئیڈیلزم دھڑام سے ڈھے جاتا ہے، جب اس کا نفاذ کشمیر کے سوال پر کیا جاتا ہے''۔

بھارت کے دوسرے گاندھی کا درجہ پانے والے جے پرکاش نرائن نے ۱۹۶۰ء میں اندرا گاندھی سے کہا تھا: ''ہم جمہوریت کا پرچار کرتے ہیں لیکن کشمیر میں ہماری حکمرانی قوت کے بل پر ہے۔ کشمیر کا مسئلہ پاکستان کی وجہ سے پیدا نہیں ہوا، وہ کشمیر کو ہڑپ کرنا نہیں چاہتا۔ وہاں کے عوام ہمارے بارے میں سیاسی طور پر گہرے اور ان مٹ عدم اطمینان سے دوچار ہیں''۔

حکومت جموں و کشمیر کے سابق سیکرٹری بی کے دیو نے ۱۹۹۱ء میں اعتراف کیا تھا: ''بھارتی جموں و کشمیر میں شروع سے انتخابات دھاندلی زدہ رہے ہیں''۔ ارون دھتی رائے بوکر انعام یافتہ ہیں۔ انھوں نے ۲۷ ستمبر ۲۰۰۹ء میں واشگاف لفظوں میں کہہ دیا تھا: کشمیر میں انتخابات کی طویل حیران کن تاریخ ہے۔ ۱۹۸۷ء میں بڑے دھڑلے سے انتخابات میں دھاندلی کی گئی۔ ان کی وجہ سے

ہی اشتعال پھیلا اور مسلح تحریک نے جنم لیا‘‘۔ یہ تحریک ۱۹۹۰ء میں شروع ہوئی۔ اس کے بعد سے جموں وکشمیر میں دھاندلی زدہ اور غیر نمایندہ انتخابات فوجی قبضے کے ہتھیار کے طور پر ہی ہوئے ہیں۔ یہ بھارتی ڈیپ سٹیٹ کے مکروہ عزائم کا اصل چہرہ ہیں۔ ایسے ہر نام نہاد انتخاب کے بعد بھارتی مقتدرہ یہ جھوٹا اعلان کرتی ہے کہ ’کشمیری عوام نے ہمیں بھاری مینڈیٹ دیا ہے‘۔

ڈاکٹر شری پرکاش نے اپنی کتاب Twenty Tumultuous Years Insight into Indian Polity کے صفحہ ۵۶۸ پر لکھا تھا: ’’کشمیری غم و غصے کی اصل وجہ ۱۹۸۷ء کے انتخابات میں ہونے والی دھاندلی ہے۔ ایسی زندگی کا کوئی فائدہ نہیں ہے جو لاش کی صورت میں ہو۔ فاروق عبداللہ سے لے کر نیچے تک کشمیری لیڈر اپنی وقعت کھو چکے ہیں۔ وہ کسی بھی طرح سے مسئلہ کشمیر سے اب متعلق نہیں رہے‘‘۔ ایمی والڈمین نے ۲۴؍اگست ۲۰۰۲ء کے نیویارک ٹائمز میں لکھا تھا: ’’۱۹۸۹ء کے دھاندلی زدہ انتخابات نے مسلح جدوجہد کی بنیاد رکھی‘‘۔

چنانچہ، ہمیں یقین ہے کہ ایسے بے معنی اور خودفریبی پر مبنی انتخابات سے مسئلہ کبھی حل نہیں ہوسکتا۔ اس کا حل جمہوری اصول کی پاسداری ہے۔ کشمیری عوام اب صرف ایسے انتخابی عمل کا خوشی سے حصّہ بننے پر تیار ہوں گے، جن کے بارے میں انھیں یقین ہو کہ یہ آزادانہ، منصفانہ رائے دہی کے لیے ہوں گے، اور ان کو منعقد کرانے کے لیے اقوام متحدہ جیسا غیر جانب دار ادارہ کام کرے۔

سلامتی کونسل میں پاک بھارت تنازعات پر خاصی بحث ہوچکی ہے۔ لیکن استصواب رائے کا سوال بھی زیر بحث لایا گیا ہے اور اسے حل کے طور پر طے بھی کیا گیا ہے۔ اس کا واضح اعتراف اقوامِ متحدہ میں بھارتی مندوب گوپال سوامی آیان گر نے ۱۵ جنوری ۱۹۴۸ء میں کیا تھا۔ ان کا کہنا تھا: ’’کشمیر کا سوال--- ریاست کے لوگ بھارت سے الحاق ختم کر دیں یا پاکستان سے مل جائیں یا پھر وہ الگ رہنے کا فیصلہ کریں اور اقوام متحدہ کے ایک رکن کی حیثیت اختیار کرلیں۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اس کا حتمی فیصلہ کشمیری عوام ہی کریں گے‘‘۔

لیکن بھارتی حکومت اپنے کسی قول پر کھڑا ہونے کے بجائے قتل و غارت گری کا گُر اختیار کیے ہوئے ہے۔